حسن منظر کا ناول ''وبا'' عصری تناظر میں

ثمینہ سیف

Samina Saif

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

G.C.University, Lahore.

ڈاکٹر نسیمہ رحمٰن

Dr.Nasima Rehman

Associate Professor, DepartmentofUrdu,

G.C.University, Lahore.

Abstract:

Hasan Manzar has depicted the condition of various social institutions through the canvas of a hospital in his novel "Waba". He has portrayed human psyche and human behaviors beautifully in this novel. A great analogy can be found between this novel and modern era's "Waba" of Corona virus (Covid-19. The novelist coined his personal experiences on the literary pages using the metaphor of "Waba" and portrayed Pakistan and the global scenario in an epochal and universal perspective with the help of his witty observation. Basically, this novel of Hasan Manzar portrays all facets of human way of life including psychological, social, ideological, economic, emotional and logical aspects.

ادب اور تاریخ میں یہ فرق ہے کہ تاریخ ایک گزری ہوئی حکایت ہے جس کے کردار محض کتب کے صفحات تک محدود رہتے ہوئے ہمارے وجود کو مضطرب نہیں کرتے ہیں جبکہ ادب ایک فتنہ پرور اور ہنگامہ خیز ہنر ہے۔ادیب نامعلوم کو معلوم سے اِس طور ملاتا ہے کہ ماضی کے حادثے اور حال کے اندیشے گڈمڈ ہو جاتے ہیں اور قاری اپنی ذات سمیت ایک ایسی انسانی صورتِ حال کا کردار بن جاتا ہے جہاں حقیقت اِس کے دامن کو ٹک ہلاتی ہے۔دراصل ادب ازل سے انسان اور زندگی کی تعبیر و تشریح کر رہا ہے اور ادیب نے بھی ادب میں کبھی ماضی کی واقعیت نگاری کی نمائش کی تو کبھی مستقبل کی خوش آیند آرزوؤں کے تانے بانے جھلکائے ہیں۔ادب کی بنیاد تو تخیل پر استوار ہوتی ہے مگر یہ امر بھی بجا ہے کہ ادیب اپنے فن پارے کے لیے مواد زندگی سے مستعار لیتا ہے اور اِس کا نکتہ نظر جذباتی اور تخیلی ہونے کے ساتھ ساتھ واقعیت اور منطق پسند ہوتا ہے۔لہٰذا ادب اور ادیب کا

زندگی سے بالواسطہ اور بلا واسطہ تعلق ہے۔

ایسے ہی ڈاکٹر حسن منظر جو پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر بھی ہیں انہوں نے اپنے ناول ''وبا'' میں اپنی قوت متخیلہ سے ایک ایسا تجربہ اور مشاہدہ بیان کیا ہے جس میں انہوں نے زمانی وسعت، انسانی مصائب اور معاشرتی وسائل کو تہہ دار اور بے حد وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہوئے بالعموم عالمی اور بالخصوص پاکستانی معاشرے کا احاطہ کیا ہے۔ ادیب کی آنکھ بسیط بر اعظموں اور وقت کی لامتناہی دیوار کے پار جھانک لیتی ہے۔ فرانس کے عظیم ناول نگار البرٹ کامیو (Albert Camus) نے ناول پلیگ (Plague) میں الجزائر کے شہر اوران میں پھوٹنے والی وبا کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ پہلے پہل اُردو ادب میں وبا کے تصور کو اپنے ناول میں بیان کرنے کا ایک اہم اور دلچسپ تجربہ ڈپٹی نذیر احمد نے ''توبتہ النصوح'' میں کیا ہے، انہوں نے ہیضے کی وبا کو پس منظر کے طور پر بیان کیا جبکہ کہانی کا اصل موضوع خاندان کی اصلاح، اولاد کی تربیت اور اخلاق کی تہذیب تھا۔ علاوہ ازیں انتظار حسین نے بھی طاعون کی وبا کی شکل میں پھیلا مردم خور آسیب اپنے ناول ''بستی'' میں بیان کر کے ہجرت اور تہذیبی قدروں کی بازیافت کی سعی کی ہے۔

حسن منظر کا ناول ''وبا'' بھی ایک ایسا بیانیہ ہے جس میں انہوں نے اپنے ذاتی تجربے سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرتے ہوئے ایک ہسپتال کی منظر کشی کی ہے۔ ''وبا'' کا انتساب بھی ذو معنی ہے جس میں حسن منظر نے ہسپتالوں میں کام کرنے والے طبی عملے کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

> ''اِن سب کے نام جن کے درمیان میں نے بیماریوں اور وباؤں کے خلاف جنگ کرنے والوں میں زندگی بھر خود کو پایا اور اس عالمی وبا سے جنگ کرنے والوں کے نام جس نے کمزور اور نہتے ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔''

انتساب میں ناول نگار نے وائرس اور طاقتور ممالک کی کمزور ممالک پر ایٹمی و کیمیائی ہتھیاروں سے یلغار کو بیک وقت بیان کیا ہے۔ ناول میں چیچک کی وبا مذہب، رنگ، عمر، نسل، طبقے اور ذات پات کی تخصیص کے بغیر تیزی سے پھیلتی ہے۔ ناول نگار کے نزدیک جتنے وبائی امراض خطرناک ہیں اتنا ہی خطرناک بڑے اور طاقتور ملک کا چھوٹے اور کمزور ملک پر دہشت گردی وغیرہ کا جواز بنا کر حملہ کرنا ہے۔ حسن منظر نے اپنی فکر کو حسی اور جذباتی تجربوں میں آمیز کر کے تیسری عالمی جنگ کے امکانات کو دیکھا ہے۔ پلٹ کر اگر تاریخ پر نظر ڈالیں تو دوسری جنگ عظیم میں طاقتور امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایسا بم پھینکا کہ شہر کے شہر اس سے اجڑ گئے اور چار سو حزنیہ سناٹا چھا گیا جیسے آج کا بیروت۔ ایسے ہی شام، لیبیا، لبنان اور عراق کے باسی ہیں جو بمباری سے آشنا اور خوف وہراس میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ نجف کے باشندے ہو یا یمن کے ان کی زندگیاں عجب کشمکش اور تذبذب کا شکار ہیں۔ انہیں اپنوں کی خبر ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کب تک سانسیں لیں گے۔ دُنیا میں امن وسکون جیسے اُٹھ سا گیا ہے اور ہر طرف ناول ''وبا'' کے کرداروں کی مانند عصر حاضر میں انسان بے یقینی اور تشکک سے دوچار ہے۔ جہاں کورونا نے چہروں سے مسکراہٹ چھین لی ہے وہیں بمباریوں کی مار کھائے ہوئے لوگ نوحہ کناں ہیں، یہ وہ نوحہ ہے جسے سارا عالم دیکھ رہا ہے۔ بین الاقوامی ایجنسیاں ان ماتم زدہ لوگوں کے پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لیے کچھ نہ کچھ دے دیتی ہیں مگر چاہے روہنگیا کے مسلمان ہوں کہ فلسطین، یمن اور لیبیا کے کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہے۔ یہاں جنگل کا دستور ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' رائج ہے۔ یہ دُنیا جہاں ایک طرف ایٹمی ہتھیاروں کے ڈر سے سہمی ہوئی ہے وہیں دوسری طرف حیاتیاتی وائرس کے انجانے خوف میں بھی

مبتلا ہے۔

یہ ناول اپنے پلاٹ اور کرداروں سے قاری کو عصر حاضر کی دُنیا سے آشنا کراتا ہے جہاں انسانی عمل و عقل، تدبیر و دعا، محض کاغذی کارروائیاں اور مسیحاؤں کی ان تھک جدوجہد کو بہترین انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ ناول میں کوئی مرکزی کہانی نہیں ہے البتہ مختلف کرداروں سے متعدد چھوٹی چھوٹی کہانیاں وابستہ ہیں۔ ان کہانیوں میں سماجی رویوں کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ ''وبا'' کی کہانی شروع سے آخر تک یکساں نظر آتی ہے، اِس میں نقطہ عروج یا زوال نہیں آتا ہے۔ ناول کا لوکیل شہر کا مرکزی سرکاری ہسپتال ہے جس میں چیچک کی وبا پھوٹ جانے کے بعد مختلف مریض داخل ہوتے ہیں۔ چیچک (Smallpox)(۱) کے مریضوں کے علاوہ خناق (۲)(Diphtheria)، تشنج (Convulsion)(۳) اور ریبیز (Rabies)(۴) کے مریض بھی ہسپتال میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ مصطفیٰ یہاں سینئر میڈیکل آفیسر ہے جو انتہائی ایماندار اور محنتی ہے، کفایت شعاری کی عادت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ان کی ریٹائرمنٹ میں پونے دو ماہ رہ گئے ہیں۔ وہ اپنے ضمیر اور آڈٹ ٹیم کے خوف سے ہسپتال کے ساز و سامان کو جان سے عزیز رکھے ہوئے ہے۔ دوسرا مرکزی کردار ڈاکٹر انیس کا ہے جو میڈیکل کے شعبے میں ابھی نیا آیا ہے لہٰذا مریضوں کی اموات اسے غمزدہ اور دکھی کر دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مدحت بھی ڈاکٹر مصطفیٰ کی طرح قناعت پسند، ایماندار اور فرض شناس انسان ہے۔ ڈاکٹروں کے علاوہ ہسپتال کا نرسنگ سٹاف اور وارڈ بوائز کا عملہ بھی فعال اور ہمدرد ہے۔ ناول کا آغاز کچھ اس انداز سے ہوتا ہے کہ چیچک کی وبا پھوٹ پڑنے کے بعد اخباری رپورٹرز کے سامنے ڈاکٹر انیس وبا کے پھیلنے کا اقرار کرتا ہے، یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلتی ہے تو حکومت جاگتی ہے اور چند حکومتی نمائندے ہسپتال کا دورہ کرتے ہیں۔ اس وقت حکومت کی باگ دوڑ ایک آمر کے ہاتھ میں ہے اور وبا پھیلنے کے بعد حکومتی خزانوں کے منہ کھول دیے جاتے ہیں، ہسپتال کی خاطر خواہ صفائی پر زور دیا جاتا ہے نیز طبی سامان بروقت اور وافر مقدار میں ڈاکٹروں کو دیا جاتا ہے۔ مریضوں کو مفت کھانا فراہم کیا جاتا ہے اور چند عارضی وارڈز بنا کر اضافی ڈاکٹرز کا انتظام کیا جاتا ہے علاوہ ازیں ڈاکٹر بخاری کو اپنی خوش اخلاقی کی بنا پر میڈیا کو رپورٹنگ کرنے کی ڈیوٹی سونپی جاتی ہے۔ ملٹری کے ڈاکٹرز کی بھی عارضی ڈیوٹیاں لگائی جاتی ہیں۔ وبا کے دوران جہاں ایک بوڑھے الجھی ہوئی داڑھی والے ضعیف آدمی کے پورے خاندان کو مرتے ہوئے دکھایا وہاں احمد جیسے معصوم پھول کو بھی مرجھاتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ کچھ دن یونہی گہما گہمی رہتی ہے، آخر کار مرض میں کمی واقع ہوتی ہے اور ہسپتال کے معمولات اپنی سابقہ ڈگر پر چل پڑتے ہیں۔ اضافی طبی عملہ اور آرمی کا سٹاف غائب ہو جاتا ہے۔ حسن منظر کے ناول ''وبا'' کا تجزیہ کریں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ناول میں انسانی صورتِ حال کے تناظر میں متنوع اور مختلف سماجی رویوں کو خوبصورت انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے مہرونہ لغاری کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ:

> ''یہ ناول ایک ایسا بہترین اسٹیج ہے جس میں معاشرہ اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے جس میں ہر کردار آتا ہے اپنی اپنی سماجی حیثیت کے مطابق اپنا کردار ادا کرتا ہے۔۔۔۔ ہسپتال کی اس دُنیا میں حسن منظر نے جذبات و کیفیات کی متنوع دُنیا تخلیق کی ہے۔''(۵)

اگر ہم ناول ''وبا'' کا عصری تناظر میں جائزہ لیں تو مصنف کے گہرے مشاہدے اور تجربے کی داد دینی پڑتی ہے۔ آج کے دور میں کورونا وائرس وبا (کووِڈ۔۱۹) اور ناول میں چیچک کی وبا میں حیرت انگیز حد تک مشابہتیں ہیں مثلاً دونوں وبائیں

تیزی سے اور بلا تخصیص حملہ آور ہوتی ہیں۔ ناول ''وبا'' میں حکومتی اور مقتدر طبقے کا طرزِ عمل بھی نمود و نمائش کی جلوہ گری ہے اور ایسا ہی کچھ کورونا وائرس کے پھیلنے سے ہوا ہے ہمارے ہاں مخیّر حضرات نے غریبوں کی خودداری کو مجروح کرتے ہوئے سیلفیوں، تصویروں اور اشتہار بازی کو زیادہ مقدم جانا۔ تقدیر پرستی اور اعتقاد پرستی کے جاہلانہ رویے ناول ''وبا'' اور آج کے پاکستانی معاشرے میں راج کر رہے ہیں۔ ناول میں دم درود کی مذہبی حیثیت صرف اتنی ہے کہ اس سے کردار و افعال میں تغیر نہیں آتا ہے بلکہ یہ زندگی کے خدشات و اندیشے کم کرنے کا باعث ہے اور ایسا ہی ہمارا آج کا پاکستانی معاشرہ ہے۔

ناول ''وبا'' میں تاجرانہ طبقے پر بھی مصنف نے خوب تنقید کی ہے۔ میڈیکل کمپنیاں اور ان سے وابستہ میڈیکل ریپ ہسپتال میں وارد ہوتے ہیں جو اپنے مخصوص مقاصد و عزائم کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ حسن منظر نے میڈیکل ریپ کے گھناؤنے کارناموں کو کچھ یوں اُجاگر کیا ہے:

> ''اکثر نمائندوں کی دوستی میڈیکل اسٹور انچارج سے ہے۔ تب ہی وہ ہسپتال میں داخل ہونے پر پہلے وہاں جاتے ہیں اور بغیر جھجکے شرمائے بیگ سے نکال کر ایک قیمتی اینٹی بائیوٹک کی کچھ شیشیاں اس کی میز پر رکھ کر کہتے ہیں ''یار انہیں نکلواؤ۔۔۔۔ ایکسپائر ہونے والی ہیں۔''
>
> ''وہ کہتا ہے'' کیسے نکلواؤں ان کا سیزن ہی نہیں ہے۔''
>
> میڈیکل کمپنی کا نمائندہ کہتا ہے ''اب اگر سال پوکس اپی ڈیمک میں بھی نہیں نکلیں تو پھر کب نکلیں گی۔''
>
> وہ ہنس کر کہتا ہے ''خود چیف میڈیکل آفیسر سے بات کر لو۔ انہیں کنونس کر لیا تو تمہارا اسٹوک کم پڑ جائے گا۔'' (۶)

میڈیکل ریپ درحقیقت ایک بیرونی قوت کا استعارہ ہے جسے اپنے مذموم مقاصد کا حصول درکار ہے اور اس سے ملتے جلتے حالات کورونا وائرس کے پھیلاؤ کے بعد دیکھنے کو ملتے ہیں، یہاں چند روپوں کا ماسک سینکڑوں میں بکا اور انسانی زندگی بچانے والی ادویات بھی میڈیکل اسٹوروں سے غائب ہو گئیں اور پھر بلیک میں کئی سو گنا مہنگی ملیں۔ میڈیکل اسٹوروں نے ذخیرہ اندوزی کرتے ہوئے جہاں انسانی جانوں کو موت کے منہ میں دھکیلا وہاں انہوں نے خوب دولت کمائی۔ ناول کے ذریعے مصنف نے پاکستان کا ایک اور المیہ دکھایا ہے کہ ہسپتال اور سرکاری اداروں کا انتظام غیر متعلقہ افراد کے ہاتھوں میں ہوتا ہے جن کو ان اہم اداروں کی سوجھ بوجھ بالکل نہیں ہوتی ہے۔ ماضی سے لے کر حال تک یہ تلخ حقیقت دیکھنے کو ملتی ہے کہ ہمارے ہاں غلط لوگ حساس مقام و عہدے پر فائز ہیں۔

ناول میں وبا پھیلنے سے قبل ہسپتال کے Contingency Fund جو اتفاقی اور انتظامی ضرورت کے تحت استعمال ہوتا ہے، اس میں صرف سینتیس (۳۷) روپے ہیں۔ مگر وبا پھیلنے کے بعد حکومتی خزانوں کا منہ ہسپتال کے لیے کھل جاتا ہے، بالکل ایسے ہی کورونا وائرس کے پھیلنے سے ہمارے صحت کے نظام کی کمزوریاں اور ناکافی سہولتیں کھل کر سامنے آ گئی ہیں۔ وبا کے دنوں میں جہاں ہر طرف موت دندناتی ہے وہاں سیاسی قیادت کے دعویداروں میں درست منصوبہ بندی کا فقدان بھی نظر آتا ہے۔ مسیحاؤں کا خود بیمار ہو کر موت کے منہ میں چلے جانا یہ واضح کرتا ہے کہ اب صحت عامہ ہی قومی سلامتی ہے۔ اس وبائی مرض کی یلغار

سے امریکہ، روس، چین اور برطانیہ جیسے ترقی یافتہ ممالک کے میزائل، بمبار طیارے اور تمام حربی منصوبے بیکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ تمام ممالک کا دشمن ایک ان دیکھا ننھا سا وائرس ہے۔ تاریخ نے ہمیشہ ہمیں جھنجھوڑا ہے اور کچوکے لگا کر بتایا ہے کہ صحت عامہ پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔

ناول ''وبا'' میں چیچک کی وبا پھیلتے ہی کوئی باقاعدہ علاج و انتظام نہیں کیا جاتا، جب تمام شہر اِس کی لپیٹ میں آتا ہے تب جا کر حکومت جاگتی ہے اور ایسے ہی Covid-19 پھیلا ہے۔ لاپروائی اور بے احتیاطی کے باعث یہ وائرس تمام کرۂ ارض پر پھیلا اور اس نے دُنیا کو تیزی سے بدل کر رکھ دیا ہے۔ عالمی ادارہ صحت نے اِسے عالمی وبا قرار دیا اور اب کرۂ ارض پر رہائش پذیر ۷ ارب نفوس کی طرزِ زندگی بھی یقیناً پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ ہمارے معاشی نظام کی ناؤ جو پہلے ہی ڈگمگا رہی تھی اس وائرس کی بدولت اب یہ ناؤ ڈوب رہی ہے۔ ہم نے جہاں تعلیم کو دانستہ ترجیحات کی فہرست سے خارج کیا وہاں عصرِ حاضر میں معاشی اور علمی حوالوں سے ہم نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

جب کوئی وبا پھیلتی ہے تو اِس کے پھیلاؤ میں ایک شخص نہیں بلکہ پورا معاشرہ حصہ ڈالتا ہے، منفی معاشرتی رویے وبا کو تحریک دیتے ہیں اور یوں پورا ملک یا ایک معاشرہ اس کا شکار ہو کر مفلوج ہو جاتا ہے مگر اسی دوران مثبت سماجی عادتوں و رویوں سے ہم سرخرو ہو کر وبا کا مقابلہ بھی کر سکتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ وباؤں سے نسلِ انسانی نے ہمیشہ سیکھا ہے اور اپنی طرزِ زیست میں بھی بہتری پیدا کی ہے۔ ناول ''وبا'' میں حسن منظر کا یہ بلیغ تجزیہ عصری تناظر میں بھی بے حد جامع اور وقعت کا حامل ہے۔

> ''وبا جہاں اور تبدیلیاں لاتی ہے ایک دوسرے کے لیے غیر لوگوں کو نزدیک لے آتی ہے۔ خشونت، سماج میں مرتبہ، رکھ رکھاؤ دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ دونوں ہی کے گذر جانے پر حساس طبع افراد کو خیال آتا ہے ایک ساکت بے حس معاشرے کے لیے شاید وبا بھی اتنی ضروری ہوتی ہے جتنی جنگ۔''(۷)

بلاشبہ جب بھی کوئی ملک یا کوئی قوم متحد ہو کر سنجیدگی سے کسی وبا کے خلاف لڑتی ہے تو کامیابی اس قوم کے قدم چومتی ہے۔

ناول ''وبا'' میں عصرِ حاضر کے انسان کا فکری اور سیاسی پس منظر اور اِس کی پیچیدہ نفسیاتی اور حسی زندگی موجود ہے۔ حسن منظر کے اس ناول اور عصرِ حاضر کے وبائی دور میں نفسیاتی، مذہبی، علمی، سماجی، اخلاقی اور فکری رویوں میں گہری مناسبت ہے۔ نفسیاتی حوالے سے دیکھیں تو یہ امر قابلِ غور ہے کہ دو عالمی جنگوں کے بعد وبا (کوویڈ-۱۹) کی ہولناک تباہی نے انسان کو اجتماعی موت کے المناک احساس سے دوچار کیا ہے۔ بدقسمتی سے سال ۲۰۲۰ء کا سورج چڑھتے ہی دُنیا میں ہر لمحے اور ہر سو موت اور نامرادی کے پیکروں کا پورا سلسلہ جڑ تا گیا، ہر طرف ناگہانی موت کا راج ہوا، ہر صبح ہولناک خبر کے ساتھ طلوع ہوئی اور ہر روز سورج غروب ہونے کے ساتھ کئی زندگیوں کے چراغ بھی گل ہوئے۔ لہٰذا موت کے اس پُردرد احساس نے اپنی جڑیں پوری دُنیا کے انسانوں کے وجود میں پیوست کر کے اس کے افکار کے نظام کو تہس نہس کیا اور اس کے ایقانات کو ٹھیس پہنچائی لیکن جہاں ایک طرف اس وبا (کوویڈ-۱۹) نے انسان کے ذہن میں شعور و لاشعور کے اندر ہلچل مچاتے ہوئے اس کو داخلی سطح پر شکست و ریخت سے دوچار کیا وہاں دوسری طرف اس نے انسان کو نئے سرے سے اپنے اعمال اور اپنی معاشرتی اقدار کا محاسبہ کرنے کی راہ دکھائی ہے۔ وبا (کوویڈ-۱۹) نے انسان کے باطن کو نئے سوالات سے دوچار کیا اور اس کی بیرونی دُنیا پر بھی دور رس اثرات ڈالے

ہیں۔عصر حاضر کے انسان کے فکری زاویوں کو انقلاب سے روشناس کروایا۔ لہٰذا سیاسی، سماجی، مذہبی اور اخلاقی ہر سطح پر انسانی رویوں اور اعمال میں نئی جہتوں کا اضافہ ہوا ہے اور معاشرے میں افراد کے باہمی رشتوں یا فرد اور اِس کے ماحول کے ربط کی نوعیت اب پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ ناول میں جا بجا مصنف کے ذاتی تجربات کی جھلکیاں موجود ہیں، یوں اِس ناول میں ان کے تخلیقی اور تخیلی ذہن کے ساتھ ساتھ جذباتی اور ذاتی وابستگی کے عناصر بھی بدرجہ اتم موجود ہیں جس کا اظہار حسن منظر یوں کرتے ہیں:

> ''وبا ایک شہر کی زندگی میں آنے والا ہیبت ناک فرد ہوتا ہے۔ جس طرح وہ ایک غارت گر فاتح کی طرح وارد ہوتا ہے، زندگیوں کو ویران کرتا ہے، گھروں کو لوٹتا ہے تو پیچھے رُلانے والی داستانیں چھوڑ جاتا ہے۔ اُس ''وبا'' سے نمٹنے میں مَیں نے دن رات کام کیا تھا دوسرے ڈاکٹروں، نرسوں، آیاؤں اور صفائی ستھری کرنے والے کے ساتھ۔ یہ محرکات کم تھے۔ بیماروں مرنے والوں کے ساتھ دن گزارنا نہ صرف جسمانی طور سے تھکاتا ہے، جذبات مجروح کر جاتا ہے۔ اس وبا نے کراچی کو اپنی لپیٹ میں ۱۹۲۱ء میں لے لیا تھا۔''(۸)

ناول میں جا بجا مصنف کے ذاتی تجربات کی جھلکیاں موجود ہیں، ناول کے کینوس اور سال ۲۰۲۰ء میں وبا کے باعث زندگی کی بے یقینیوں نے ماحول کو اذیت سے دوچار کیا ہوا ہے۔ ناول نگار کے خیال میں اور عصر حاضر میں وبا کے سامنے مشرق و مغرب اور ترقی یافتہ و ترقی پذیر ممالک کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ''وبا'' کے تناظر میں ڈاکٹر عبداللہ مصطفیٰ، ڈاکٹر مدحت اور ڈاکٹر انیس کے کرداروں میں دُنیا بھر کے طبی عملے کا عکس موجود ہے، یہ آفاقی وجود عالمی وبا کے ہجوم میں گھرا اپنی اور اپنی قوم کا تحفظ کر رہا ہے۔ یوں حسن منظر کے ناول میں انسانی زندگی کے بچاؤ کا عالمگیر عنصر نمایاں ہے۔

حسن منظر نے ''وبا'' میں غیر معمولی استعداد و صلاحیت سے ایک لازماں اور لامکاں صداقت کو بیان کیا ہے جس کا تعین ماضی بھی کرتا ہے اور ماضی میں مخفی حال اور مستقبل بھی۔ ان کے اس ناول میں ہر طبقے کے انفرادی مسائل کے علاوہ سماجی اور اجتماعی رویوں کی بصیرت و فہم موجود ہے جس سے انہوں نے سماج کی پریشان نظری اور بحران کی منظر کشی کی ہے۔ انہی خصوصیات کی بدولت روبینہ سلطان نے ''وبا'' کو ایک پوری تہذیب کا استعارہ قرار دیتے ہوئے اپنے الفاظ میں یوں سراہا ہے:

> ''یہاں ''وبا'' کو ہم صرف بیماریوں کی وبا نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ وبا کسی قسم کی بھی ہو سکتی ہے جو تہذیبوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ ''وبا'' سے مراد وہ تمام معاشرتی برائیاں ہو سکتی ہیں جو کسی ملک کو تباہ کر سکتی ہیں اور وبا کی صورت میں چاروں طرف پھیل جاتی ہیں جن پر قابو پانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔''(۹)

یہاں سے وبا سے مراد معاشرتی برائیاں ہیں جو تیزی سے پھیلتی چلی جاتی ہیں اور ان سے ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ دہشت گردی نے بھی وبا کی صورت اختیار کی ہوئی ہے جس کے پس پردہ بیرونی قوتیں اپنے مخصوص استعماری مقاصد کو بروئے کار لاتی ہیں۔ ناول ''وبا'' کی تہہ میں عصری صورتِ حال سے تطابق عالمی بے حسی اور اجتماعی الم ناکیوں کے حوالے سے ایک فکری کی لہر خاموش احتجاج کر رہی ہے۔ عصر حاضر کا یہ المیہ ہے کہ کرہ ارض پر چند طاقتور ملکوں کی اجارہ داری ہے، مظلوم اور کمزور ممالک کی دادرسی کے لیے کوئی بھی آگے نہیں بڑھتا ہے۔ عالمی امن عامہ کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے اپنے گرد سیاسی، معاشی اور اقتصادی

مصلحتوں کے دائرے کھینچے ہوئے ہیں۔

دُنیا میں سب سے زیادہ حیرت انگیز اور دلچسپ تخلیق ذہن انسانی ہے جس میں خیر و شر اور جلال و جمال بیک وقت سمٹا ہوا ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب انسان نے قدرتی وسائل پر حاوی ہونا شروع کیا تو انسانی رشتوں کی نوعیت باہمی طور پر بدلتی گئی۔ اس نے اپنی قوت دوسروں کے خلاف تشدد میں صرف کی۔ انسان نے دھات اور لوہا ایجاد کر کے سماجی اقدار اور معاشرتی اداروں کا خاتمہ کیا، اس نے قدرت پر فتح حاصل کرتے ہوئے ایک دوسرے کا خون بہایا اور آج اس کے ذہن میں تخریب کاری کا کیڑا کیمیائی (ایٹم بم) اور حیاتیاتی وائرس (ڈینگی، ایبولا، سارس اور کورونا) کی شکل میں تباہی کا موجب بنا ہوا ہے۔ ناول ''وبا'' میں وہ تمام رجحانات اور تعصّبات شامل ہیں جو جدید انسان نے مختلف ادوار میں سماج، تہذیب، سیاست اور مذہب کے سلسلے میں روا رکھے ہیں۔ حسن منظر چیچک جیسی وبا سے گذرتے ہوئے ایک ایسا انوکھا تجربہ ضبط تحریر میں لائے ہیں جو بیک وقت ذاتی بھی ہے اور عالمی بھی ہے۔

اس ناول میں انفرادی و اجتماعی اور ملکی و عالمی سطحوں پر انسانی اظہار فکر اور طرزِ عمل میں عصر حاضر سے حیران کن تطبیق موجود ہے۔ ''وبا'' ہماری موجودہ زندگی کی صحیح اور سچی تصویر ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وبائی امراض کی صورتِ حال جتنی خطرناک ماضی میں تھی اتنی ہی تباہ کن حال میں بھی ہے۔ علاوہ ازیں کمزور ممالک کا جبر و استحصال بھی ماضی کی طرح آج بھی ہو رہا ہے۔ مختصراً حسن منظر کا یہ ناول اپنے تخیل کی بدولت اپنے عہد اور اپنے ماحول کا درست ترجمان ہوتے ہوئے لائق ستائش ہے اور ان کی تحریر میں پختہ عصری شعور کا پہلو بہت روشن ہے جو اس کی معنویت کو دوچند کر دیتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1. Smallpox is an acute contagious disease caused by variola virus. It was one of the world's most devastating diseases known to humanity. It was declared eradicted in 1980 following a global immunization campaign by WHO.
2. Diphtheria is a serious bacterial infection that usually affects the mucous membrane of nose and Throat.
3. Convulsion is a medical condition where body muscles contract and relax rapidly and repeatedly, resulting in uncontrolled actions of body.
4. Rabies is a viral disease that cause inflammation of the brain in humans and other mammals. It spread to people from the saliva of infected animals.

۵۔ مہرونہ لغاری، حسن منظر: ادبی خدمات، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۴ء، ص:۲۰۱

۶۔ حسن منظر، وبا (ایک بیانیہ)، کراچی: شہزاد پبلشرز، ۲۰۰۹ء، ص:۶۵

۷۔ ایضاً، ص:۴۲

۸۔ راقمہ کو حسن منظر کا لکھا گیا خط مورخہ ۱۳ اگست ۲۰۱۵ء

۹۔ روبینہ سلطان، تین نئے ناول نگار، لاہور: دستاویز، ۲۰۱۲ء، ص:۱۲۶